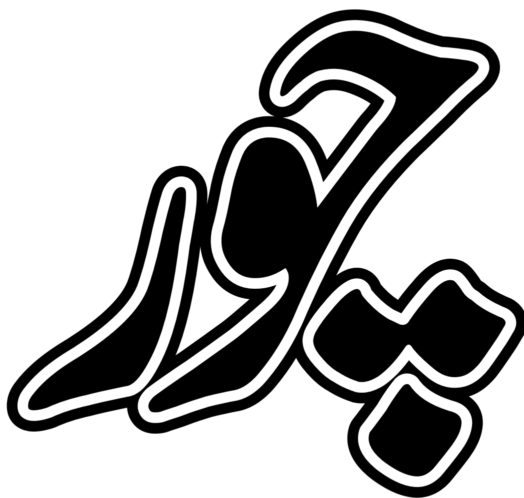
یہ رسالہ مرزا قادیانی کی زندگی کے چوری کے واقعات پر مبنی ہے جو اس کے چوری کی عادت کو بے نقاب کرتے ہیں
اس میں تاریخی حوالہ جات اور مستند کتب کی مدد سے مرزا قادیانی چور کے کردار کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے

مرزا قادیانی



مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی چور

زیرِنظر رسالہ مرزا غلام قادیانی کے اُن اخلاقی و عملی پہلوؤں کو بے نقاب کرنے کے لیے مرتب کیا جا رہا ہے جنہیں قادیانی لٹریچر عموماً پسِ پردہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس رسالے میں الزامات یا مخالفین کی روایات نہیں بلکہ خود قادیانی کتب، بالخصوص مرزا قادیانی کے گھر کے افراد کی بیان کردہ روایات کو بنیاد بنایا گیا ہے، تا کہ فیصلہ جذبات کے بجائے مستند حوالہ جات کی روشنی میں کیا جا سکے۔ چنانچہ اس تمہید میں سب سے پہلے مرزا قادیانی پر مالی خیانت اور پنشن میں بددیانتی کا وہ واقعہ پیش کیا جا رہا ہے جو اس کے بیٹے کی کتاب سیرت المہدی میں اس کی والدہ کے حوالے سے منقول ہے، اور جو مرزا قادیانی کے کردار پر ایک گہرا سوالیہ نشان قائم کرتا ہے۔ یہ واقعہ نہ صرف امانت و دیانت کے دعوؤں کی نفی کرتا ہے بلکہ آئندہ آنے والے حوالہ جات کے لیے ایک فکری بنیاد بھی فراہم کرتا ہے کہ جس شخص کی جوانی کا آغاز ہی اس قسم کے افعال سے ہو، اس کے بعد کے دعوے کس معیار پر پرکھے جانے چاہئیں۔

مرزا قادیانی پنشن چور

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا۔ اور اِدھر اُدھر پھراتا رہا۔ پھر جب اس نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ حضرت مسیح

موعود اس شرم سے واپس گھر نہیں آئے۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 38، روایت نمبر 49)

مرزا قادیانی پنشن چور روایت کی توضیح

سیرت المہدی روایت نمبر 49 میں مرزا قادیانی کی والدہ کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے جس کے مطابق جوانی کے زمانے میں وہ اپنے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے، اس موقع پر مرزا امام الدین ان کے ساتھ ہو لیا، پنشن وصول ہونے کے بعد دھوکہ دہی سے قادیان لانے کے بجائے مرزا قادیانی کو ادھر اُدھر پھراتا رہا، یہاں تک کہ سارا روپیہ خرچ کر کے چھوڑ کر چلا گیا، اور روایت کے الفاظ کے مطابق مرزا قادیانی اس شرمندگی کے باعث گھر واپس نہ آیا۔ اس روایت کی اہمیت اس لیے بڑھ جاتی ہے کہ یہ کسی مخالف کی نہیں بلکہ خود قادیانی بیانیے کی کتاب میں، خاندانی ذریعے سے نقل ہوئی ہے۔ اس سے نہ صرف مالی بدانتظامی اور چوری کا پہلو سامنے آتا ہے بلکہ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جس شخصیت کو بعد میں روحانی پیشوا کے طور پر پیش کیا گیا، اس کی عملی زندگی میں ایسے واقعات بھی موجود تھے جن پر اخلاقی سوالات اٹھتے ہیں۔

پنشن چوری کا تحقیقی و اخلاقی جائزہ

یہ روایت کسی مخالف کی نہیں بلکہ خود قادیانی لٹریچر میں، وہ بھی قریبی خاندانی ذریعے سے، محفوظ ہے، اس لیے اسے محض الزام کہہ کر رد کرنا علمی دیانت کے خلاف ہے۔ اس واقعے کا اخلاقی پہلو نہایت سنگین ہے، کیونکہ پنشن امانت ہوتی ہے، خاص طور پر جب وہ خاندان کے بزرگ کے حق کی ہو۔ اگر کوئی شخص ایسی امانت کی حفاظت نہ کر سکے، یا اس کے ضیاع کا سبب بنے، تو یہ عام اخلاقی معیار پر بھی قابلِ گرفت ہے۔ پھر یہ سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ جس شخصیت کے بارے میں دعویٰ کیا جائے کہ وہ نبی، مہدی یا اللہ کی طرف سے مامور ہے، کیا

اس کے شایانِ شان ہے کہ وہ مالی معاملات میں اس قدر غیر ذمہ داری، دھوکے میں آنا، یا امانت کے ضیاع کا مرتکب ہو۔ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں مسلمہ اصول یہ ہے کہ وہ صغائر و کبائر، خاص طور پر خیانت اور بد دیانتی جیسے امور سے محفوظ ہوتے ہیں، کیونکہ ان کا کردار ہی امت کے لیے معیار اور نمونہ ہوتا ہے۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ واقعہ میں صرف دھوکے میں آنے کی بات نہیں بلکہ نتیجہ یہ نکلا کہ پنشن کی رقم ضائع ہوگئی اور حق دار تک نہ پہنچی۔ شریعت اور اخلاق دونوں کی رو سے امانت کا ضیاع سنگین جرم ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی جوانی کے زمانے میں بھی اس معیار پر پورا نہ اتر سکے، تو بعد کے بلند دعوے اس کردار سے ٹکرا جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ واقعہ مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت و مہدویت کے لیے ایک بنیادی سوالیہ نشان بن جاتا ہے، کیونکہ نبی کی شان یہ نہیں کہ اس کے دامن پر مالی خیانت، امانت کے ضیاع، یا ایسی شرمناک صورتحال کا سایہ پڑے کہ وہ گھر لوٹنے سے بھی کترائے۔

نتیجتاً، قادیانی کتب میں محفوظ یہ واقعہ محض ایک تاریخی قصہ نہیں بلکہ ایک اخلاقی اور اعتقادی معیار کا مسئلہ ہے، جو یہ ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کا کردار ان اوصاف سے خالی تھا جو قرآن و سنت کی روشنی میں انبیاء اور اللہ کے مامور بندوں کے لیے لازم سمجھے جاتے ہیں۔

مرزا قادیانی پنشن چور واقعہ اور تاویلات

اسی روایت کے آخر میں مرزا کی پنشن چوری پر پردہ ڈالنے کے لیے مرزے کے بیٹے بشیر احمد ایم اے کو مجبوراً وضاحتی بیان دینا پڑا کہ:

> اس روایت سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سیالکوٹ میں ملازم ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپ سے مرزا امام الدین نے دادا صاحب کی پنشن کا روپیہ دھوکا دے کر اڑا لیا تھا کیونکہ جیسا کہ

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیفات میں تصریح کی ہے آپ کی ملازمت اختیار کرنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کے والد صاحب ملازمت کے لئے زور دیتے رہتے تھے ورنہ آپ کی اپنی رائے ملازمت کے خلاف تھی اسی طرح ملازمت چھوڑ دینے کی بھی اصل وجہ یہی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ملازمت کو ناپسند فرماتے تھے اور اپنے والد صاحب کو ملازمت ترک کر دینے کی اجازت کے لئے لکھتے رہتے تھے لیکن دادا صاحب ترک ملازمت کی اجازت نہیں دیتے تھے مگر بالآخر جب دادی صاحبہ بیمار ہوئیں تو دادا صاحب نے اجازت بھجوادی کہ ملازمت چھوڑ کر آجاؤ۔

(سیرت المہدی حصہ اول، صفحہ 39، روایت نمبر 49)

پنشن چوری کا واقعہ محض ایک معمولی لغزش نہیں بلکہ اخلاقی، شرعی اور دعوائی اعتبار سے نہایت سنگین ہے۔ روایت کے مطابق مرزا قادیانی اپنے دادا کی پنشن وصول کرنے گیا، پنشن وصول کرنے کے بعد وہ رقم قادیان لانے کے بجائے ایک شخص مرزا امام الدین کے ساتھ اِدھر اُدھر خرچ ہوتی رہی، یہاں تک کہ سارا روپیہ ضائع ہوگیا، اور مرزا قادیانی شرمندگی کے باعث گھر واپس آنے کی ہمت نہ کر سکا۔ یہ واقعہ خود قادیانی لٹریچر میں موجود ہے اور کسی مخالف کی گھڑی ہوئی کہانی نہیں۔

یہاں بنیادی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا نبی، مہدی یا مجدد کی یہ شان ہو سکتی ہے کہ وہ امانت میں خیانت کرے یا کم از کم امانت کی حفاظت میں اس درجہ ناکام ہو کہ سارا مال ضائع ہو جائے؟ شریعتِ اسلامیہ میں امانت کی ادائیگی ایمان کی بنیادی علامت ہے۔ قرآن و سنت کی رو سے خیانت، دھوکہ اور مالی بے احتیاطی صریح اخلاقی جرم ہیں، جبکہ انبیاء

علیہم السلام کو بعثت سے قبل بھی صادق وامین ہونا لازم قرار دیا گیا ہے۔

دلچسپ اور قابل غور پہلو یہ ہے کہ اسی روایت کے فوراً بعد مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم اے کو وضاحتی بیان دینا پڑتا ہے۔اس وضاحت میں اصل واقعے کی تردید نہیں کی گئی بلکہ صرف یہ وضاحت کی گئی ہے کہ مرزا قادیانی کی بعد کی ملازمت کو اس پنشن کے واقعے سے نہ جوڑا جائے۔گویا پنشن کے ضائع ہونے کا واقعہ تسلیم شدہ ہے، البتہ اس کے نتائج کو نرم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ واقعہ اتنا معروف اور ناقابل انکار تھا کہ اسے جھٹلایا نہیں جا سکا، صرف تاویل کے پردے میں چھپانے کی سعی کی گئی۔

یہ طرزِ عمل خود قادیانی لٹریچر کے اندرونی تضاد کو بے نقاب کرتا ہے۔ایک طرف مرزا قادیانی کو معصوم، مقدس اور خدا کا برگزیدہ ظاہر کیا جاتا ہے، اور دوسری طرف اسی خاندان کی کتاب میں ایسا واقعہ درج ہے جو ایک عام دیانت دار انسان کے معیار پر بھی پورا نہیں اترتا، چہ جائیکہ نبی یا مہدی کے معیار پر۔

نتیجتاً یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ پنشن چوری یا پنشن کے ضائع ہونے کا یہ واقعہ مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت پر ایک کاری ضرب ہے، کیونکہ جو شخص مالی امانت کی حفاظت نہ کر سکا، اس کے لیے وحی، نبوت اور مہدویت جیسے عظیم دعوے کرنا نہ صرف غیر معقول بلکہ دین اسلام کے مسلمہ اصولوں کے سراسر خلاف ہے۔

پنشن کی رقم 700 روپے

اس کے بعد انگریز آئے تو انہوں نے ہماری خاندانی جاگیر ضبط کر
لی۔اور صرف سات سو روپیہ سالانہ کی ایک اعزازی پنشن نقدی کی
صورت میں مقرر کر دی

(سیرت المہدی حصہ اول،صفحہ 36،روایت نمبر 48)

انگریزی گورنمنٹ کی آمد پر اس خاندان کی جاگیر ضبط ہوگئی سات سو کی ایک پنشن غلام مرتضیٰ اور اس کے بھائیوں کو عطا کی گئی اور قادیان اور اس کے گرد ونواح پر ان کے حقوق مالکانہ قائم رہے۔

(سیرت المہدی حصہ اول،صفحہ 118،روایت نمبر 132)

مرزا قادیانی پنشن چور تحقیقی و تنقیدی تجزیہ

سیرت المہدی کی روایت نمبر 49 کے مطابق مرزا قادیانی اپنی جوانی میں اپنے دادا کی سالانہ پنشن وصول کرنے گئے، رقم وصول کرنے کے بعد مرزا امام الدین کے ساتھ باہر نکلے، وہ انہیں دھوکے سے اِدھر اُدھر لیے پھرتا رہا اور آخر کار ساری رقم خرچ کر کے چھوڑ گیا، جبکہ مرزا قادیانی شرمندگی کے باعث گھر واپس نہ آئے۔ یہ واقعہ خود مرزا کے گھر کی عورت کی روایت سے منقول ہے، جو کسی مخالف کی نہیں بلکہ خاندانی بیان کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے اس کی اہمیت اور ذمہ داری دونوں بڑھ جاتی ہیں۔

اسی روایت کے فوراً بعد مرزا کے بیٹے بشیر احمد ایم اے کو وضاحتی نوٹ لکھنا پڑا جس میں اس بات سے توجہ ہٹانے کی کوشش کی گئی کہ کہیں یہ سمجھ نہ لیا جائے کہ مرزا قادیانی نے پنشن ضائع ہونے کے سبب ملازمت اختیار کی یا بعد میں ترکِ ملازمت کی وجہ یہی واقعہ تھا۔ یہ وضاحت دراصل اصل واقعہ کے وقوع کو رد نہیں کرتی بلکہ محض نتائج کی توجیہ پیش کرتی ہے، جو اس بات کا قرینہ ہے کہ خود مرتب کو بھی واقعہ کے اخلاقی اثرات کا ادراک تھا۔

پنشن کی مقدار کے بارے میں سیرت المہدی کی دیگر روایات واضح کرتی ہیں کہ انگریز حکومت کے بعد خاندانی جاگیر ضبط ہوئی اور غلام مرتضیٰ و اس کے بھائیوں کے لیے سات سو روپے سالانہ کی اعزازی پنشن مقرر کی گئی۔ اس زمانے میں سات سو روپے سالانہ ایک خطیر رقم

تھی، جس کا یوں ضائع ہو جانا محض معمولی واقعہ نہیں بلکہ مالی بددیانتی اور غیر ذمہ داری کی سنگین مثال بنتا ہے۔

اخلاقی و دینی معیار کے لحاظ سے سوال یہ ہے کہ جس شخصیت کو نبی، مہدی یا مجدد کے بلند دعوے منسوب کیے جائیں، کیا اس کی سیرت میں پنشن جیسی امانت کے ضائع ہونے، دھوکے میں آنے یا خاموشی سے اس پر پردہ ڈالنے کی گنجائش ہونی چاہیے؟ انبیاء کی شان امانت، دیانت، ضبطِ نفس اور اعلیٰ اخلاق سے عبارت ہوتی ہے؛ مالی معاملات میں لغزشیں اور پھر ان پر توجیہات، نبوت کے معیار سے صریحاً متصادم نظر آتی ہیں۔

نتیجتاً، سیرت المہدی کی داخلی روایات اور بعد کی وضاحتیں مل کر یہ تاثر دیتی ہیں کہ پنشن کے واقعہ پر اصل حقیقت کو بدلنے کے بجائے اس کے اثرات کو ہلکا دکھانے کی کوشش کی گئی۔ یہ اس رسالے کے موضوع کے عین مطابق ہے کہ مرزا قادیانی کی سیرت میں مالی بددیانتی کے شواہد خود قادیانی مصادر میں محفوظ ہیں، اور ایسے شواہد کسی بھی نبی یا مہدی کے دعوے کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ٹھہرتے۔

قدیم 700 روپے موجودہ رقم کا تخمینہ

ایک آنہ کا گوشت آٹھ آدمی کھائیں۔ اس وقت ایک آنہ کا سیر خام گوشت آتا تھا۔

(سیرت المہدی حصہ اول، صفحہ 166، روایت نمبر 167)

اس زمانہ میں دو روپیہ میں بکرا مل جاتا تھا۔ اور ہم نے پانچ پیسے میں سیر گوشت خریدا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ سوم، صفحہ 760، روایت نمبر 852)

تاریخی قیمت کا حساب حوالہ جات کے مطابق

ایک بکرا دو روپیہ میں ملتا تھا

ایک روپیہ=100 پیسے

1 بکرا قیمت 2 روپے=200 پیسے

گوشت کی قیمت:

5 پیسے میں 1 سیر گوشت (خام گوشت)

اس طرح 1 بکرا 40 سیر گوشت

موجودہ قیمت کا حساب

موجودہ بکرا 80 ہزار روپے

موجودہ کلو گوشت 3 ہزار روپے

تبدیل کرنے کا طریقہ

تاریخی بکرا 40 سیر گوشت

موجودہ قیمت میں 1 کلو گوشت 3 ہزار روپے تقریباً

موجودہ بقرے کی قیمت 1 لاکھ 20 ہزار

نتیجہ

تخمینہ: 700 روپے کی تاریخی پنشن آج کے حساب سے تقریباً 3 کروڑ 36 لاکھ روپے کے برابر بنتی ہے۔

مرزا چور، مرزا چوہا

میری عادت تھی کہ میں دادا صاحب اور والد صاحب کی کتابیں وغیرہ چوری نکال کر لے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ والد صاحب اور دادا صاحب بعض وقت کہا کرتے تھے کہ ہماری کتابوں کو یہ ایک چوہا لگ گیا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ اول، صفحہ 213، روایت نمبر 227)

اس اقتباس میں مرزا قادیانی کی اپنی عادت کو خود اسی کے خاندان کی روایت کے ذریعے بیان کیا گیا ہے، اور یہ بات نہ کسی مخالف نے گھڑی ہے نہ کسی بیرونی ذریعے سے آئی ہے، بلکہ سیرت المہدی جیسی داخلی قادیانی کتاب میں محفوظ ہے، جو مرزا کے بیٹے نے مرتب کی۔

اس روایت میں صاف لفظوں میں اعتراف موجود ہے کہ مرزا قادیانی کو دادا اور والد کی کتابیں چوری کر کے لے جانے کی عادت تھی۔ یہاں "چوری" کوئی استعارہ نہیں بلکہ صریح لفظ ہے، اور اسی عادت کی وجہ سے گھر کے بڑے باقاعدہ طور پر یہ کہتے تھے کہ "ہماری کتابوں کو ایک چوہا لگ گیا ہے"۔ یہ جملہ محض مزاح نہیں بلکہ ایک مستقل رویّے کی نشاندہی کرتا ہے جو بار بار پیش آنے والے عمل پر بولا جاتا ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ یہ واقعہ بچپن کی کسی وقتی شرارت کے طور پر پیش نہیں کیا گیا، بلکہ "میری عادت تھی"، جیسے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ ایک جاری اور پہچانی جانے والی روش تھی۔ اگر کسی شخص کے بارے میں یہ مانا جائے کہ وہ اللہ کا نبی، مہدی یا معصوم ہستی ہے، تو اس کے کردار میں امانت، دیانت اور اخلاقی پاکیزگی بنیادی شرط سمجھی جاتی ہے۔ چوری جیسا عمل، چاہے کتابوں کا ہی کیوں نہ ہو، ان صفات کے بالکل منافی ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ قادیانی لٹریچر عام طور پر مرزا قادیانی کے ہر فعل کو تقدس کا رنگ دینے کی کوشش کرتا ہے، مگر اس مقام پر کوئی تاویل، کوئی روحانی تعبیر یا کوئی انکاری وضاحت موجود نہیں۔ صاف اعتراف ہے اور خاندان کے افراد کا ردِّ عمل بھی درج ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بات اس گھر میں معروف اور تسلیم شدہ تھی۔

اس روایت کا خلاصہ یہ بنتا ہے کہ مرزا قادیانی کے بارے میں چوری کا الزام محض

مخالفین کا پروپیگنڈا نہیں، بلکہ اس کے اپنے خاندانی بیانات سے ثابت ہے، اور یہی امر اس کے دعوائے نبوت و مہدویت کے اخلاقی و عملی معیار پر ایک بنیادی سوالیہ نشان قائم کرتا ہے۔

قادیان کا چور مولوی، ذلت کا انجام

میاں عبداللہ صاحب کہتے تھے کہ پھر تھوڑے عرصہ کے اندر ہی وہ
مولوی چوری کے الزام کے نیچے آ کر سخت ذلیل ہوا۔

(سیرت المہدی حصہ اول، صفحہ 70، روایت نمبر 97)

یہ مختصر مگر نہایت معنی خیز جملہ دراصل ایک بڑے اخلاقی المیے کی نشان دہی کرتا ہے۔ ''میاں عبداللہ صاحب کہتے تھے کہ پھر تھوڑے عرصہ کے اندر ہی وہ مولوی چوری کے الزام کے نیچے آ کر سخت ذلیل ہوا'' یہ بیان کسی مخالف کا نہیں بلکہ خود قادیانی لٹریچر کا ہے، جسے مرزا قادیانی کے بیٹے نے بلا جبر و اکراہ محفوظ کیا۔

یہاں چند بنیادی نکات از خود سامنے آتے ہیں۔

اوّل: جس شخص کو بعد میں نبی، مہدی اور مسیح قرار دیا گیا، اسی کے بارے میں ''چوری کے الزام'' کا اعتراف قادیانی ماخذ میں موجود ہے، اور وہ بھی اس انداز میں کہ اس الزام کے نتیجے میں اسے ''سخت ذلیل'' ہونا پڑا۔ نبی یا مہدی کے کردار کا بنیادی وصف امانت، صدق اور اخلاقی بلندی ہوتا ہے، جبکہ یہاں ابتدا ہی میں بدنامی اور ذلت کا ذکر ہے۔

دوم: یہ الزام کسی دور کے دشمن یا بعد کے ناقد نے نہیں لگایا، بلکہ خاندان کے قریبی افراد اور قادیان کے ماحول سے تعلق رکھنے والے اشخاص کی روایات میں محفوظ ہے۔ اگر یہ واقعہ جھوٹا یا بے بنیاد ہوتا تو اسے سیرت المہدی جیسی ''مقدس سوانح'' میں جگہ ہی نہ دی جاتی۔

سوم: اس روایت کو پہلے بیان کردہ اعترافات کے ساتھ رکھا جائے جہاں مرزا خود اپنی

زبان سے کتابیں ''چوری نکال کر لے جانے'' کو عادت قرار دیتا ہے اور گھر والے اسے ''چوہا'' کہہ کر پکارتے تھے تو یہ واقعہ محض ایک اتفاق نہیں رہتا بلکہ ایک مستقل نفسیاتی و اخلاقی رویّے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

چہارم: سوال محض چوری کا نہیں، بلکہ دعویٔ نبوت سے پہلے کی سیرت کا ہے۔ اہلِ اسلام کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کا اخلاق دعویٰ سے پہلے بھی بے داغ ہوتا ہے۔ جو شخص اپنی جوانی میں چوری کے الزام تلے ذلیل ہو چکا ہو، اس کے بارے میں یہ سوال ناگزیر ہے کہ کیا ایسا کردار وحی، نبوت اور روحانی پیشوائی کا اہل ہو سکتا ہے؟

قادیانی کتب کی اپنی شہادت کے مطابق، مرزا قادیانی پر چوری کا الزام لگا، اور وہ اس کے نتیجے میں ذلیل بھی ہوا۔ یہ واقعہ نہ صرف اس کے ذاتی کردار پر سوالیہ نشان ہے بلکہ اس کے بعد کیے گئے تمام روحانی و نبوی دعوؤں کی بنیاد کو بھی ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''مرزا قادیانی چور'' کا عنوان محض ایک الزام نہیں بلکہ ان کے اپنے مآخذ سے ثابت شدہ حقیقت ہے۔

جعلی مسیح چور ایمان کا لٹیرا

> واقعی منہاج نبوت کے مقابلہ میں جس پر حضرت مسیح موعود کو قائم کیا گیا اور جس نے روحانیت کا ایک سورج چڑھا دیا۔ یہ دود آمیز مکدر اور عارضی روشنی جس سے بسا اوقات ایک چور بھی لوگوں کے قلوب سے ایمان و اسلام کا اثاثہ چرانے کی نیت سے اپنی سیاہ کاری میں ممد بنا سکتا ہے کب ٹھہر سکتی تھی۔
>
> (سیرت المہدی حصہ اول، صفحہ 133، روایت نمبر 143)

مرزا قادیانی خود اپنے منہ سے اعتراف کرتا ہے کہ اسے اپنے دادا اور والد کی کتابیں

چوری کر کے لے جانے کی عادت تھی، حتیٰ کہ گھر کے بزرگ اس فعل کو دیکھ کر اسے طنزاً ''چوہا'' کہا کرتے تھے جو کتابیں چرا لے جاتا ہے۔ یہ بیان کسی مخالف کا نہیں بلکہ خود مرزا کا اعتراف ہے، جو اس کی عادتِ خفیہ چوری کو واضح کرتا ہے، اور یہ بات مسلم اخلاقی اصولوں کے مطابق سخت معیوب بلکہ فاسقانہ فعل ہے۔

قادیان میں چوری کے الزام پر ذلت کا ذکر

میاں عبداللہ صاحب کا بیان موجود ہے کہ ایک مولوی قادیان میں چوری کے الزام میں بری طرح ذلیل ہوا۔ اگرچہ یہاں نام صراحت سے نہیں لیا گیا، مگر سیاق و سباق اور قادیان کے محدود دائرے میں یہ واقعہ ایک ایسے شخص کی طرف اشارہ کرتا ہے جو مذہبی دعووں کے ساتھ وابستہ تھا، اور یہ بات واضح کرتی ہے کہ قادیان کے ماحول میں چوری جیسے افعال کوئی انوکھا واقعہ نہ تھے بلکہ باعثِ رسوائی سمجھے جاتے تھے۔

ایمان اور نبوت کے مقابل چوری کی تمثیل

روایت نمبر 143 میں ایک نہایت معنی خیز تمثیل استعمال کی گئی ہے، جس میں واضح کیا گیا ہے کہ جس طرح ایک چور اندھیرے اور دھندلی روشنی میں لوگوں کے مال پر ہاتھ صاف کرتا ہے، اسی طرح ایک جھوٹا مدعیِ روحانیت لوگوں کے ایمان و اسلام کو لوٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ تشبیہ محض ادبی نہیں بلکہ ایک گہرا فکری نکتہ رکھتی ہے کہ اخلاقی چوری اور اعتقادی چوری میں اصل میں ایک ہی روح کارفرما ہوتی ہے، یعنی امانت میں خیانت۔

ان تمام حوالہ جات سے یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ مرزا قادیانی کی ذات میں چوری کا تصور محض الزام نہیں بلکہ خود اس کے اعتراف، قریبی روایات اور قادیانی ماخذات سے ثابت ہے، اور جس شخص کے بارے میں یہ مان لیا جائے کہ وہ دنیاوی امانت میں خیانت کرتا رہا، اس کے بارے میں نبوت، مہدویت یا دینی امانت کا دعویٰ عقلاً، شرعاً اور

اخلاقاً نا قابل قبول ٹھہرتا ہے، کیونکہ انبیاء کی شان امانت، صدق اور عصمت سے عبارت ہے، نہ کہ خفیہ چوری اور اعترافِ جرم سے۔

ساری عمر چوری چکاری

یعنی کسی خاص مقام یا خاص حالت یا خاص قسم کے دل کے خیالات کا نام الہام الٰہی رکھنے والا نہ ہو۔ اور نہ خود خدائی کا دعوٰے دار بنتا ہو۔ جیسا کہ نیچریوں یا برہم سماجیوں یا بہائیوں کا خیال ہے۔ اگر یہ شرائط جو آیت لَوۡتَقَوَّلَ سے ثابت ہیں مفقود ہوں تو خواہ ایک شخص تیئس ۲۳ سال چھوڑ کر دوسو سال بھی زندگی پائے وہ لَوۡتَقَوَّلَ عَلَيۡنَا کے وعید کے ماتحت سزا نہیں پائے گا۔ گو وہ اور طرح مجرم ہو اور دوسری سزائیں بھگتے جیسا کہ مثلاً وہ شخص جو خواہ ساری عمر چوری یا دھوکہ یا فریب یا اکل بالباطل وغیرہ کے جرائم میں ماخوذ ہو کر ان جرموں کی سزائیں پاتا رہا ہو۔ اگر وہ ڈاکہ زن نہیں ہے تو وہ کبھی بھی ڈاکہ کے جرم کی سزا نہیں پا سکتا۔

(سیرت المہدی حصہ دوم، صفحہ 282، روایت نمبر 305)

ساری عمر چوری چکاری اور الہام کے دعوے کا تعلق

1. مرزا قادیانی کا کردار:

اقتباس میں واضح کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی زندگی میں چوری، دھوکہ اور فریب کو معمول بنا لیا تھا۔ اس میں نہ کوئی حقیقی روحانی مقصد یا الہامی دعویٰ پایا جاتا ہے، نہ ہی وہ خود کو خدا کا نمائندہ یا الہامی راستہ دکھانے والا نبی یا مہدی قرار دیتا۔

2. الہام اور خدائی دعوے کے بغیر جرم:

اس حوالہ میں آیت "لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا" کی روشنی میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی الہامی یا خدائی دعوے کے تحت جرم نہ کرے، تو چاہے وہ ساری زندگی چوری یا دھوکہ کرتا رہے، اسے اس مخصوص وعید کی سزا نہیں ملتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا قادیانی جیسے لوگ، جنہوں نے نہ الہام کا دعویٰ درست طور پر کیا اور نہ خدائی مقام کا دعویٰ، اس وعید کے تحت نہیں آئیں گے، لیکن پھر بھی ان کی چوری اور دھوکہ بازی اخلاقی اور سماجی اعتبار سے قابل مذمت ہے۔

3.سزاؤں اور جرائم کا فرق:

اقتباس یہ واضح کرتا ہے کہ مرزا قادیانی اگرچہ ساری عمر چوری اور دھوکہ میں مبتلا رہا، مگر یہ الگ بات ہے کہ وہ ڈاکہ یا الہامی دعوے کے جرم کی سزا سے نہیں گزرتا۔ اس سے یہ فرق واضح ہوتا ہے کہ اخلاقی کمزوری اور الہامی جھوٹ کے دعوے کا انجام مختلف ہوتا ہے۔

4.اخلاقی و دینی تناظر:

یہ حوالہ مرزا قادیانی کے طرزِ عمل کی اخلاقی اور دینی حقیقت کو اجاگر کرتا ہے:

ساری زندگی چوری، دھوکہ اور فریب میں رہنا ایک برا اخلاقی فعل ہے۔

کسی بھی نبی یا مہدی ہونے کے دعوے کے بغیر ایسا عمل نہ صرف شرعی بلکہ انسانی اعتبار سے بھی قابل مذمت ہے۔

مرزا کے دعووں کی بنیاد میں غیر معقولیت اور جھوٹ پنہاں ہے، جو اسے حقیقی نبی یا مہدی کی شان سے غیر مطابقت رکھتا ہے۔

مرزا قادیانی کی زندگی، چوری اور دھوکہ بازی کے ساتھ گزری، اور اس میں کوئی حقیقی الہام یا خدائی دعویٰ موجود نہ تھا۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ نہ صرف ایک نبی یا مہدی کی صفات سے خالی تھا بلکہ اخلاقی اعتبار سے بھی قابل تنقید تھا۔

قادیان کا بڈھا چور

ان دنوں قادیان میں مسلمان عموماً بے نماز تھے۔ قمار بازی میں مشغول رہتے تھے۔ مسلمانوں کی آبادی کم تھی۔ ان دنوں بڈھا فقیر چور مشہور تھا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم، صفحہ 694، روایت نمبر 759)

سیرت المہدی میں بیان کیا گیا ہے کہ ان دنوں قادیان میں مسلمان عام طور پر بے نماز اور قمار بازی میں مشغول تھے۔ مسلمانوں کی تعداد کم تھی، اور مذہبی و اخلاقی اقدار کی پاسداری کمزور تھی۔ یہ پس منظر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ قادیان کی سوسائٹی میں عام لوگوں کی اخلاقی سطح نیچلی تھی، اور معاشرتی نظم وضبط کمزور تھا۔

بڈھا فقیر چور کا کردار

ان حالات میں ایک ”بڈھا فقیر چور“ مشہور ہوا۔ یہ واقعہ معاشرتی بدعنوانی اور جرائم کے عام رجحان کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قادیان میں چوری اور دھوکہ بازی نہ صرف مرزا قادیانی تک محدود تھی بلکہ عام افراد میں بھی یہ رویہ پایا جاتا تھا۔

اخلاقی و دینی پہلو

سماجی بدعنوانی، قمار اور نماز ترک کرنے کی عادات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاشرے میں اخلاقی و دینی تربیت کمزور تھی۔

بڈھا چور کے مشہور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چوری اور دھوکہ بازی معاشرتی سطح پر بھی قابل قبول یا عام ہو چکی تھی، جس نے اخلاقی معیار کو مزید گرا دیا۔

مرزا قادیانی کے کردار کے ساتھ تعلق

یہ حوالہ تنقیدی زاویے سے یہ بھی واضح کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کی چوری اور دھوکہ

بازی ایک ایسے ماحول میں وقوع پذیر ہوئی جہاں معاشرتی اور اخلاقی اقدار پہلے ہی کمزور تھیں۔اس سے یہ بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ مرزا کے جرائم صرف ذاتی نہ تھے بلکہ ایک عام سماجی رویے کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔

قادیان میں بڈھا فقیر چور اور عمومی اخلاقی زوال یہ ظاہر کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کے اخلاقی رویے اس زمانے کے معاشرتی ماحول سے جڑے ہوئے تھے،اور اس کا اخلاقی اور دینی نقصان محض فردی نہیں بلکہ معاشرتی سطح پر بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔

چور کی تعبیر داماد

حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ خواب میں چور کی تعبیر داماد بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ بھی ایک قسم کا چور ہوتا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ چہارم،صفحہ 2،روایت نمبر 978)

حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ خواب میں چور کی تعبیر داماد بھی ہوتی ہے۔اس بیان کا مطلب یہ ہے کہ چوری صرف مال یا روپیہ تک محدود نہیں، بلکہ بعض اوقات انسانی رویوں، تعلقات یا سماجی ذمہ داریوں میں بھی چوری کی تشبیہ ہو سکتی ہے۔

چور کا لفظ صرف مالی چوری تک محدود نہیں، بلکہ کسی کی نیت،عزت یا حق پر ڈاکہ ڈالنے کی صورت میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

داماد کی تعبیر ایک مثال کے طور پر دی گئی ہے کہ جو شخص ذاتی مفاد کے لیے تعلقات یا ذمہ داریوں میں دھوکہ دیتا ہے،وہ بھی ایک قسم کا چور ہے۔

یہ بیان مرزا قادیانی کی اخلاقی صفات اور اس کی دھوکہ بازی کے تجزیہ کے لیے اہم ہے۔مرزا کی چوری اور دھوکہ بازی نہ صرف مال و دولت تک محدود تھی بلکہ اس کے اخلاقی رویے بھی اسی تشبیہ کے دائرے میں آتے ہیں، جو معاشرتی اور روحانی اعتبار سے قابل

مذمت ہیں۔

چور کی تعبیر داماد کے ساتھ جوڑ کر حضرت مسیح موعود نے یہ سکھایا کہ دھوکہ بازی اور چوری صرف مالی نہیں بلکہ اخلاقی اور سماجی سطح پر بھی نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ یہ حوالہ مرزا قادیانی کی چوری اور دھوکہ بازی کو مزید واضح اور تنقیدی زاویے سے سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

جن اسماء کے گرد چوکور خطوط دکھائے گئے ہیں وہ ان لوگوں کے نام ہیں جو ۱۸۶۵ء میں قادیان میں حصہ دار درج تھے۔ قادیان کی کل ملکیت پانچ حصوں میں تقسیم کی گئی تھی۔ دو حصے اولاد مرزا تصدق جیلانی کو آئے تھے اور دو حصے اولاد مرزا گُل محمد صاحب کو اور ایک حصہ خاص مرزا غلام مرتضٰی صاحب کو بحیثیت منصرم کے آیا تھا جو بعد میں صرف ان کی اولاد میں تقسیم ہوا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہمارے دادا صاحب کی وفات کے بعد غیر قابض شرکاء نے مرزا امام الدین وغیرہ کی فتنہ پردازی سے ہمارے تایا مرزا غلام قادر صاحب پر دخل یابی جائیداد کا دعوٰی دائر کر دیا اور بالآخر چیف کورٹ سے تایا صاحب کے خلاف فیصلہ ہوا۔ اس کے بعد پسران مرزا تصدق جیلانی اور مرزا غلام غوث ولد مرزا قاسم بیگ کا حصہ تو اس سمجھوتے کے مطابق جو پہلے سے ہو چکا تھا مرزا اعظم بیگ لاہوری نے خرید لیا جس نے مقدمہ کا سارا خرچ اسی غرض سے برداشت کیا تھا اور پسران غلام محی الدین صاحب اپنے اپنے حصہ پر خود قابض ہو گئے۔ مرزا غلام حسین کی چونکہ نسل نہیں چلی اس لئے ان کا حصہ پسران مرزا غلام مرتضٰی صاحب و پسران مرزا غلام محی الدین کو آ گیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس وقت مرزا تصدق جیلانی اور مرزا قاسم بیگ کی تمام شاخ معدوم ہو چکی ہے۔ **علی ھذا القیاس** مرزا غلام حیدر کی بھی شاخ معدوم ہے۔ ہمارے تایا مرزا غلام قادر صاحب اور مرزا امام الدین اور مرزا کمال الدین بھی لاولد فوت ہوئے۔ ہاں مرزا نظام الدین کا ایک لڑکا مرزا گُل محمد موجود ہے مگر وہ احمدی ہو کر حضرت صاحب کی روحانی اولاد میں داخل ہو چکا ہے۔ **قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی "یَنْقَطِعُ اٰبَاؤُکَ وَیُبْدَءُ مِنْکَ"** (تذکرہ صفحہ ۳۹۷ مطبوعہ ۲۰۰۴ء) اور یہ الہام اس وقت کا ہے جب آپ کے شجرہ خاندانی کی یہ تمام شاخیں سرسبز تھیں۔

﴿49﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا۔ اور اِدھر اُدھر پھراتا رہا۔ پھر جب اس نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور

چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود اس شرم سے واپس گھر نہیں آئے اور چونکہ تمہارے دادا کا منشاء رہتا تھا کہ آپ کہیں ملازم ہو جائیں اس لئے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے اور کچھ عرصہ تک وہاں ملازمت پر رہے۔ پھر جب تمہاری دادی بیمار ہوئیں تو تمہارے دادا نے آدمی بھیجا کہ ملازمت چھوڑ کر آ جاؤ جس پر حضرت صاحب فوراً روانہ ہو گئے۔ امرتسر پہنچ کر قادیان آنے کے واسطے یکہ کرایہ پر لیا۔ اس موقعہ پر قادیان سے ایک اور آدمی بھی آپ کے لینے کے لئے امرتسر پہنچ گیا۔ اس آدمی نے کہا یکہ جلدی چلاؤ کیونکہ ان کی حالت بہت نازک تھی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا بہت ہی نازک حالت تھی جلدی کرو کہیں فوت نہ ہو گئی ہوں۔ والدہ صاحبہ بیان کرتی تھیں کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ میں اسی وقت سمجھ گیا کہ دراصل والدہ فوت ہو چکی ہیں کیونکہ اگر وہ زندہ ہوتیں تو وہ شخص ایسے الفاظ نہ بولتا۔ چنانچہ قادیان پہنچے تو پتہ لگا کہ واقعی وہ فوت ہو چکی تھیں۔ والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ہمیں چھوڑ کر پھر مرزا امام الدین اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ آخر اس نے چائے کے ایک قافلہ پر ڈاکہ مارا اور پکڑا گیا مگر مقدمہ میں رہا ہو گیا۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہماری وجہ سے ہی اسے قید سے بچالیا ورنہ خواہ وہ خود کیسا ہی آدمی تھا ہمارے مخالف یہی کہتے کہ ان کا ایک چچازاد بھائی جیل خانہ میں رہ چکا ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیالکوٹ کی ملازمت ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء کا واقعہ ہے۔

(اس روایت سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سیالکوٹ میں ملازم ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپ سے مرزا امام الدین نے دادا صاحب کی پنشن کا روپیہ دھوکا دے کر اڑا لیا تھا کیونکہ جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیفات میں تصریح کی ہے آپ کی ملازمت اختیار کرنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کے والد صاحب ملازمت کے لئے زور دیتے رہتے تھے ورنہ آپ کی اپنی رائے ملازمت کے خلاف تھی اسی طرح ملازمت چھوڑ دینے کی بھی اصل وجہ یہی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ملازمت کو ناپسند فرماتے تھے اور اپنے والد صاحب کو ملازمت ترک کر دینے کی اجازت کے لئے لکھتے رہتے تھے لیکن دادا صاحب ترک ملازمت کی اجازت نہیں دیتے تھے مگر بالآخر جب دادی صاحبہ بیمار ہوئیں تو دادا صاحب نے اجازت بھجوا دی کہ ملازمت چھوڑ کر آ جاؤ۔)

ان کے زمانہ میں سکھوں کی طرف سے ہماری جدّی ریاست پر حملے شروع ہو گئے تھے اور کئی گاؤں چھن بھی گئے تھے مگر انہوں نے بڑا حصہ جاگیر کا بچائے رکھا ان کی وفات کے بعد جو غالباً ۱۸۰۰ء میں واقع ہوئی ان کے لڑکے مرزا عطا محمد صاحب خاندان کے رئیس ہوئے ان کے زمانہ میں رام گڑھی سکھوں نے ساری ریاست چھین لی اور ان کو قادیان میں جو ان دنوں میں فصیل سے محفوظ تھا محصور ہونا پڑا۔ آخر سکھوں نے دھوکے سے شہر پر قبضہ پالیا اور ہمارے کتب خانے کو جلا دیا اور مرزا عطا محمد صاحب کو مع اپنے عزیزوں کے قادیان سے نکل جانا پڑا۔ چنانچہ مرزا عطا محمد صاحب بیگووال ریاست کپورتھلہ میں چلے گئے جہاں کے سکھ رئیس نے ان کو بڑی عزت سے جگہ دی اور مہمان رکھا۔ چند سال کے بعد مرزا عطا محمد صاحب کو دشمنوں نے زہر دلوا دیا اور وہ فوت ہو گئے اس وقت ہمارے دادا صاحب کی عمر چھوٹی تھی مگر والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ باوجود اس کے وہ اپنے والد صاحب کا جنازہ قادیان لائے تا خاندانی مقبرہ میں دفن کریں۔ یہاں کے سکھوں نے مزاحمت کی لیکن قادیان کی عام پبلک خصوصاً کمیں لوگوں نے دادا صاحب کا ساتھ دیا اور حالت یہاں تک پہنچی کہ سکھوں کو خوف پیدا ہوا کہ بغاوت نہ ہو جاوے اس لئے انہوں نے اجازت دے دی۔ اس کے بعد دادا صاحب واپس چلے گئے۔ اس زمانہ میں سکھوں نے ہماری تمام جائداد اور مکانات پر قبضہ کیا ہوا تھا اور بعض مسجدوں کو بھی دھرم سالہ بنالیا تھا۔ پھر راجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں رام گڑھیوں کا زور ٹوٹ گیا اور سارا ملک راجہ رنجیت سنگھ کے ماتحت آ گیا۔ اس وقت دادا صاحب نے راجہ سے اپنی جدّی جائداد کا کچھ حصہ واپس حاصل کیا اور قادیان واپس آ گئے اس کے بعد دادا صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی مرزا غلام محی الدین صاحب نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ماتحت کئی فوجی خدمات انجام دیں۔ چنانچہ یہ سب باتیں کتاب پنجاب چیفس مصنفہ سرلیپل گریفن میں مفصل درج ہیں۔ سکھ حکومت کے اختتام پر پھر ملک میں بدامنی پھیلی اور ہمارے خاندان کو پھر مصائب کا سامنا ہوا چنانچہ ہمارے دادا صاحب اور ان کے بھائی مرزا غلام محی الدین صاحب کے قلعہ بسراواں میں قید کئے جانے کا واقعہ غالباً اسی زمانہ کا ہے۔ اس کے بعد انگریز آئے تو انہوں نے ہماری خاندانی جاگیر ضبط کر لی۔ اور صرف سات سو روپیہ سالانہ کی ایک اعزازی پنشن نقدی کی صورت میں مقرر کر دی جو ہمارے دادا صاحب کی وفات پر صرف ایک سو اسّی رہ گئی اور پھر تایا

وہاں بارہ سال تک امن کی زندگی بسر کی۔اس کی وفات پر رنجیت سنگھ نے جو رام گڑھیہ مسل کی جاگیر پر قابض ہو گیا تھا غلام مرتضٰی کو قادیان واپس بلالیا اور اس کی جدّی جاگیر کا ایک معقول حصہ اسے واپس کر دیا۔ اس پر غلام مرتضٰی اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ کی فوج میں داخل ہو گیا اور کشمیر کی سرحد اور دوسرے مقامات پر قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔

نونہال سنگھ شیر سنگھ اور دربار لاہور کے دور دوراں میں غلام مرتضٰی ہمیشہ فوجی خدمت پر مامور رہا۔۱۸۴۱ء میں یہ جرنل ونچورا کے ساتھ منڈی اور کلّو کی طرف بھیجا گیا اور ۱۸۴۳ء میں ایک پیادہ فوج کا کمیندار بنا کر پشاور روانہ کیا گیا۔ ہزارہ کے مفسدے میں اس نے کارہائے نمایاں کئے اور جب ۱۸۴۸ء کی بغاوت ہوئی تو وہ اپنی سرکار کا وفادار رہا اور اس کی طرف سے لڑا۔اس موقعہ پر اس کے بھائی غلام محی الدین نے بھی اچھی خدمات کیں۔جب بھائی مہاراج سنگھ اپنی فوج کو لئے دیوان مولراج کی امداد کے واسطے ملتان جارہا تھا تو غلام محی الدین اور دوسرے جاگیرداران لنگر خان ساہیوال اور صاحب خان ٹوانہ نے مسلمان آبادی کو برانگیختہ کیا اور مصر صاحب دیال کی فوج کے ساتھ مل کر باغیوں پر حملہ کر کے ان کو شکست فاش دی اور دریائے چناب کی طرف دھکیل دیا جہاں چھ سو سے زیادہ باغی دریا میں غرق ہو کر ہلاک ہو گئے۔

انگریزی گورنمنٹ کی آمد پر اس خاندان کی جاگیر ضبط ہو گئی مگر سات سو کی ایک پنشن غلام مرتضٰی اور اس کے بھائیوں کو عطا کی گئی اور قادیان اور اس کے گردونواح پر ان کے حقوق مالکانہ قائم رہے۔اس خاندان نے غدر ۱۸۵۷ء میں نہایت عمدہ خدمات کیں۔غلام مرتضٰی نے بہت سے آدمی بھرتی کئے اور اس کا بیٹا غلام قادر اس وقت جنرل نکلسن کی فوج میں تھا جب کہ افسر موصوف نے تریموگھاٹ پر نمبر ۴۶ نیوانفنٹری کے باغیوں کو جو سیالکوٹ سے بھاگے تھے تہ تیغ کیا تھا۔جنرل نکلسن نے غلام قادر کو ایک سند دی جس میں یہ لکھا کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں خاندان قادیان نے ضلع کے دوسرے تمام خاندانوں سے زیادہ وفاداری دکھائی ہے۔

﴿133﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ رسالہ کشف الغطاء میں جو حکام گورنمنٹ کے واسطے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا تھا حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

ہے۔حضرت صاحب نے فرمایا۔مَیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔اور فرمایا کہ صبح اور شام کا وقت خاص طور پر برکات کے نزول کا وقت ہوتا ہے۔اور اس وقت فرشتوں کا پہرہ بدلتا ہے۔ایسے وقت کی برکات سے اپنے آپ کو محروم نہیں کرنا چاہئے۔ہاں کبھی مجبوری ہو تو عشاء کی نماز سے ملا کر مغرب کی نماز جمع کی جاسکتی ہے۔مائی کا کو نے بیان کیا کہ اس وقت سے ہمارے گھر میں کسی نے مغرب کی نماز قضا نہیں کی اور ہمارے گھروں میں یہ طریق عام طور پر رائج ہو گیا ہے کہ شام کا کھانا مغرب سے پہلے ہی کھا لیتے ہیں تا کہ مغرب کی نماز کو صحیح وقت پر ادا کر سکیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مائی کا کو نے جو قضا کا لفظ استعمال کیا ہے یہ عرف عام میں غلط طور پر استعمال ہونے لگا ہے۔ورنہ اس کے اصلی معنے پُورا کرنے اور ادا کرنے کے ہیں نہ کہ کھونے اور ضائع کرنے کے۔مجھے اس کا اس لئے خیال آیا کہ مجھے یاد ہے کہ حضرت صاحب نے بھی ایک جگہ اس لفظ کے غلط استعمال کے متعلق ذکر کیا ہے۔

﴿852﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔مائی کا کو نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ جب حضرت صاحب نے جماعت میں بکروں کی قربانی کا حکم دیا تھا۔تو ہم نے بھی اس ارشاد کی تعمیل میں بکرے قربان (صدقہ) کروائے تھے۔اس کے کچھ عرصہ بعد مَیں نے خواب دیکھا۔کہ ایک بڑا بھاری جلوس آرہا ہے اور اس جلوس کے آگے کوئی شخص رتھ میں سوار ہو کر چلا آرہا ہے۔جس کے اردگرد پردے پڑے ہوئے ہیں اور لوگوں میں شور ہے کہ محمد ﷺ آ گئے۔محمد ﷺ آ گئے۔میں نے آگے بڑھ کر رتھ کا پردہ اُٹھایا تو اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف رکھتے تھے۔آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔کیا تم نے صدقہ نہیں کیا؟ مَیں نے کہا۔حضور ہم نے تو صدقہ کروا دیا ہے۔آپ نے فرمایا اور کروا دو۔چنانچہ مَیں نے اور صدقہ کروا دیا۔اس زمانہ میں دو روپیہ میں بکرا مل جاتا تھا۔اور ہم نے پانچ پیسے میں سیر گوشت خریدا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ غالباً اس زمانہ کی بات ہے جب حضرت صاحب ۱۹۰۵ء والے زلزلہ کے بعد باغ میں جا کر ٹھہرے تھے۔

﴿853﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک شخص

جب بڑی مسجد میں جاتے تھے تو گرمی کے موسم میں کنوئیں سے پانی نکلوا کر ڈول سے ہی مُنہ لگا کر پانی پیتے تھے اور مٹی کی تازہ ٹِنڈ یا تازہ آبخورہ میں پانی پینا آپ کو پسند تھا۔اور میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت صاحب اچھے تلے ہوئے کرارے پکوڑے پسند کرتے تھے کبھی کبھی مجھ سے منگوا کر مسجد میں ٹہلتے ٹہلتے کھایا کرتے تھے۔اور سالم مرغ کا کباب بھی پسند تھا چنانچہ ہوشیار پور جاتے ہوئے ہم مُرغ پکوا کر ساتھ لے گئے تھے۔مولی کی چٹنی اور گوشت میں مونگرے بھی آپ کو پسند تھے۔گوشت کی خوب بھُنی ہوئی بوٹیاں بھی مرغوب تھیں۔چپاتی خوب سِکی ہوئی جو سِکنے سے سخت ہو جاتی ہے پسند تھی۔گوشت کا پتلا شوربہ بھی پسند کرتے تھے جو بہت دیر تک پکتا رہا ہو۔حتّٰی کہ اس کی بوٹیاں خوب گل کر شوربہ میں اس کا عرق پہنچ جاوے۔سکنجبین بھی پسند تھی۔میاں جان محمد مرحوم آپکے واسطے سکنجبین تیار کیا کرتا تھا۔نیز میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت صاحب نے ایک دفعہ یہ بھی فرمایا تھا کہ گوشت زیادہ نہیں کھانا چاہیے جو شخص چالیس دن لگا تار کثرت کے ساتھ صرف گوشت ہی کھاتا رہتا ہے اسکا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔دال، سبزی ترکاری کے ساتھ بدل بدل کر گوشت کھانا چاہیے بھیڑ کا گوشت ناپسند فرماتے تھے۔میٹھے چاول گُڑ یعنی قند سیاہ میں پکے ہوئے پسند فرماتے تھے۔ابتدا میں چائے میں دیسی شکر (جو گُڑ کی طرح ہوتی ہے) ڈال کر استعمال فرماتے تھے۔شوربہ کے متعلق فرماتے تھے کہ گاڑھا کیچڑ جیسا ہم کو پسند نہیں۔ایسا پتلا کرنا چاہیے کہ ایک آنہ کا گوشت آٹھ آدمی کھائیں۔اس وقت ایک آنہ کا سیر خام گوشت آتا تھا۔

﴿168﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ ایک دفعہ کوئی شخص حضرت صاحب کیلئے ایک تسبیح تحفہ لایا۔وہ تسبیح آپ نے مجھے دے دی اور فرمایا لو اس پر درود شریف پڑھا کرو۔وہ تسبیح بہت خوبصورت تھی۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ تسبیح کے استعمال کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام عام طور پر پسند نہیں فرماتے تھے۔

﴿169﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ حضرت صاحب بیان فرماتے تھے کہ قیامت کو ایک شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا اور اللہ اس سے دریافت کرے گا کہ

جان کے قادیان تشریف لانے سے پہلے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔)

﴿226﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ دادا صاحب نے طب کا علم حافظ روح اللہ صاحب باغبانپورہ لاہور سے سیکھا تھا۔ اسکے بعد دہلی جا کر تکمیل کی تھی۔

﴿227﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے نے کہ ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بیان کیا کہ دادا صاحب کی ایک لائبریری تھی جو بڑے بڑے پٹاروں میں رہتی تھی۔ اور اس میں بعض کتابیں ہمارے خاندان کی تاریخ کے متعلق بھی تھیں۔ **میری عادت تھی کہ میں دادا صاحب اور والد صاحب کی کتابیں وغیرہ چوری نکال کر لے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ والد صاحب اور دادا صاحب بعض وقت کہا کرتے تھے کہ ہماری کتابوں کو یہ ایک چوہا لگ گیا ہے۔**

﴿228﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب سے مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک شعروں کی کاپی ملی ہے جو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ غالباً نوجوانی کا کلام ہے۔ حضرت صاحب کے اپنے خط میں ہے جسے میں پہچانتا ہوں۔ بعض بعض شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔ ؎

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا مرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے تم بھی کہتے تھے کہ اُلفت میں مزا ہوتا ہے
ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اسکے جانے سے صبر دل سے گیا ہوش بھی ورطۂ عدم میں پڑے
سبب کوئی خداوندا بنا دے کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہوکر دلا اک بار شور وغل مچا دے
نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی
مرے بت! اب سے پردہ میں رہو تم کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

مناسب موقع پر میرا یہ اشتہار بیعت پڑھ کر سنا دیں اور میں خود بھی آپ کے لیکچر میں آؤں گا۔اس نے وعدہ کرلیا۔ چنانچہ حضرت صاحب اس کے وعظ میں تشریف لے گئے لیکن اس نے وعدہ خلافی کی اور حضور کا اشتہار نہ سنایا بلکہ جس وقت لوگ منتشر ہونے لگے اس وقت سنایا مگر اکثر لوگ منتشر ہو گئے تھے۔حضرت صاحب کو اس پر بہت رنج ہوا فرمایا ہم اس کے وعدہ کے خیال سے ہی اس کے لیکچر میں آئے تھے کہ ہماری تبلیغ ہوگی ورنہ ہمیں کیا ضرورت تھی۔اس نے وعدہ خلافی کی ہے۔میاں عبداللہ صاحب کہتے تھے کہ پھر تھوڑے عرصہ کے اندر ہی وہ مولوی چوری کے الزام کے نیچے آکر سخت ذلیل ہوا۔

﴿98﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ جب حضرت صاحب نے پہلے دن لدھیانہ میں بیعت لی تو اس وقت آپ ایک کمرہ میں بیٹھ گئے تھے اور دروازہ پر شیخ حامد علی کو مقرر کر دیا تھا۔اور شیخ حامد علی کو کہہ دیا تھا کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے کمرہ کے اندر بلاتے جاؤ چنانچہ آپ نے پہلے حضرت خلیفہ اوّل کو بلوایا ان کے بعد میر عباس علی کو پھر میاں محمد حسین مرادآبادی خوش نویس[1] کو اور چوتھے نمبر پر مجھ کو اور پھر ایک یا دو اور لوگوں کو نام لے کر اندر بلایا پھر اس کے بعد شیخ حامد علی کو کہہ دیا کہ خود ایک ایک آدمی کو اندر داخل کرتے جاؤ۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ اوائل میں حضور ایک ایک کی الگ الگ بیعت لیتے تھے لیکن پھر بعد میں اکٹھی لینے لگ گئے ۔اور میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ پہلے دن جب آپ نے بیعت لی تو وہ تاریخ ۲۰/رجب ۱۳۰۶ء ھجری مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء تھی[2] اور اس وقت بیعت کے الفاظ یہ تھے۔”آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں مَیں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کی لذات پر مقدم رکھونگا اور ۱۲/جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کار بند رہوں گا اور اب بھی اپنے گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ

---

[1] جو ابتدائی رجسٹر بیعت کنندگان مجھے حال ہی میں ملا ہے اس کے اندراج کے لحاظ سے ان کا نام نمبر ۱۱ پر درج ہے (سیرت المہدی حصہ سوم)

[2] رجسٹر بیعت کنندگان سے پہلے دن کی بیعت ۱۹/رجب اور ۲۱/مارچ ظاہر ہوتی ہے۔یعنی نہ صرف تاریخ مختلف ہے بلکہ قمری اور شمسی تاریخوں کا مقابلہ بھی غلط ہو جاتا ہے اس اختلاف کی وجہ سے میں نے گزشتہ جنتری کو دیکھا تو وہاں سے مطابق زبانی روایت ۲۰/رجب کو ۲۳/مارچ ثابت ہوئی ہے۔پس یا تو رجسٹر کا اندراج چند دن بعد میں ہونے کی وجہ سے غلط ہو گیا ہے اور یا اس ماہ میں چاند کی رؤیت جنتری کے اندراج سے مختلف ہوئی ہوگی۔واللہ اعلم

زمانہ میں جو آخَــرِیْــنَ مِـنْـھُـمْ کا زمانہ ہے حقیقت حال منکشف کی گئی چنانچہ جب حضرت مسیح موعودؑ نے منشی صاحب کو یہ فرمایا کہ اگر آپ نے کسی شخص کو اپنی توجہ سے گرالیا تو اس کا نتیجہ یا فائدہ کیا ہوا یعنی دینی اور روحانی لحاظ سے اس توجہ نے کیا فائدہ دیا کیونکہ یہ بات تو مشق کے ساتھ ایک دہریہ بھی اپنے اندر پیدا کرسکتا ہے تو منشی صاحب کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کو پتہ لگ گیا کہ خواہ ہم علم توجہ میں کتنا بھی کمال حاصل کرلیں لیکن اگر لوگ حقیقی تقویٰ وطہارت اور تعلق باللہ کے مقام کو حاصل نہیں کرتے تو یہ بات روحانی طور پر کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔ واقعی منہاج نبوت کے مقابلہ میں جس پر حضرت مسیح موعودؑ کو قائم کیا گیا اور جس نے روحانیت کا ایک سورج چڑھا دیا۔ یہ دود آمیز مکدر اور عارضی روشنی جس سے بسا اوقات ایک چور بھی لوگوں کے قلوب سے ایمان واسلام کا اثاثہ چرانے کی نیت سے اپنی سیاہ کاری میں مدد بنا سکتا ہے کب ٹھہر سکتی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی احمد جان صاحب لدھیانوی ایک بڑے صوفی مزاج آدمی تھے اور اپنے علاقہ کے ایک مشہور پیر سجادہ نشین تھے مگر افسوس کہ حضرت صاحب کے دعویٰ مسیحیت سے پہلے ہی فوت ہوگئے۔ ان کو حضرت مسیح موعودؑ سے اس درجہ عقیدت تھی کہ ایک دفعہ انہوں نے آپ کو مخاطب کر کے یہ شعر فرمایا۔

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر   تم مسیحا بنو خدا کے لئے

منشی صاحب موصوف کی لڑکی سے حضرت خلیفہ اوّل کی شادی ہوئی اور حضرت مولوی صاحب کی سب نرینہ اولاد انہی کے بطن سے ہے۔ منشی صاحب کے دونوں صاحبزادے قادیان میں ہی ہجرت کر کے آگئے ہوئے ہیں اور منشی صاحب کے اکثر بلکہ قریباً سب متبعین احمدی ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی سید سرور شاہ صاحب منشی صاحب مرحوم سے خود نہیں ملے لہٰذا انہوں نے کسی اور سے یہ واقعہ سنا ہوگا۔

﴿144﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چند مہمانوں کی دعوت کی اور ان کے واسطے گھر میں کھانا تیار کروایا مگر عین جس وقت کھانے کا وقت آیا اتنے ہی اور مہمان آگئے اور مسجد مبارک مہمانوں سے بھر گئی۔ حضرت صاحب نے اندر کہلا بھیجا کہ اور مہمان آگئے ہیں کھانا زیادہ بھجواؤ۔ اس پر بیوی صاحبہ نے حضرت صاحب کو اندر بلوا بھیجا

ممتاز و متباین یقین کرتا ہو۔بطریق افترا بقائمی ہوش وحواس الفاظ معیّنہ کی صورت میں کوئی قول یا اقوال منسوب کر کے اس بات کا دعویٰ شائع کرے کہ یہ کلام خدا نے مجھے الہام کیا ہے اور وہ خدائی کلام کو خود اپنے کلام اور خیالات سے ہر طرح ممتاز و متباین قرار دیتا ہو۔یعنی کسی خاص مقام یا خاص حالت یا خاص قسم کے دل کے خیالات کا نام الہام الٰہی رکھنے والا نہ ہو۔اور نہ خود خدائی کا دعوے دار بنتا ہو۔جیسا کہ نیچریوں یا برہم سماجیوں یا بہائیوں کا خیال ہے۔اگر یہ شرائط جو آیت لَوْ تَقَوَّلَ سے ثابت ہیں مفقود ہوں تو خواہ ایک شخص تیئس ۲۳ سال چھوڑ کر دوسوسال بھی زندگی پائے وہ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا کے وعید کے ماتحت سزا نہیں پائے گا۔گو وہ اور طرح مجرم ہو اور دوسری سزائیں بھگتے جیسا کہ مثلاً وہ شخص جو خواہ ساری عمر چوری یا دھوکہ یا فریب یا اکل بالباطل وغیرہ کے جرائم میں ماخوذ ہو کر ان جرموں کی سزائیں پاتا رہا ہو۔اگر وہ ڈاکہ زن نہیں ہے تو وہ کبھی بھی ڈاکہ کے جرم کی سزا نہیں پاسکتا۔فَافْھَم۔

﴿306﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ کسی بحث کے دوران میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کسی مخالف نے کوئی حوالہ طلب کیا اس وقت وہ حوالہ حضرت کو یاد نہیں تھا اور نہ آپ کے خادموں میں سے کسی اور کو یاد تھا لہٰذا شماتت کا اندیشہ پیدا ہوا مگر حضرت صاحب نے بخاری کا ایک نسخہ منگایا اور یونہی اس کی ورق گردانی شروع کر دی اور جلد جلد ایک ایک ورق اس کا الٹانے لگ گئے اور آخر ایک جگہ پہنچ کر آپ ٹھہر گئے اور کہا کہ لو یہ لکھ لو۔دیکھنے والے سب حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔اور کسی نے حضرت صاحب سے دریافت بھی کیا۔جس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ جب میں نے کتاب ہاتھ میں لے کر ورق اُلٹانے شروع کئے تو مجھے کتاب کے صفحات ایسے نظر آتے تھے کہ گویا وہ خالی ہیں اور ان پر کچھ نہیں لکھا ہوا اسی لئے میں ان کو جلد جلد الٹاتا گیا آخر مجھے ایک صفحہ ملا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا اور مجھے یقین ہوا کہ یہ وہی حوالہ ہے جس کی مجھے ضرورت ہے۔گویا اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرف کیا کہ سوائے اس جگہ کے کہ جس پر حوالہ درج تھا باقی تمام جگہ آپ کو خالی نظر آئی۔

ایک دفعہ مَیں نے سوال کیا تھا کہ ارواح ایک دفعہ ہی پیدا کر دی گئی تھیں یا مختلف وقتوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کا جواب مجھے یاد نہیں رہا۔ اسی طرح ایک دفعہ مَیں نے سوال کیا کہ اگر تمام ارواح مکتی پائینگی۔ تو خدا کا خزانہ خالی ہو جائے گا۔ تو پھر خدا بے کار بیٹھے گا؟

اسی طرح ایک اور سوال کیا کہ خدا قادر ہے۔ کیا وہ کوئی اور خدا پیدا کر سکتا ہے۔ جواب فرمایا ''نہیں'' مَیں نے کہا۔ تب خدا کی قادریت ٹوٹ جاتی ہے۔ فرمایا نہیں۔ کیونکہ اس کی صفت **وَحْدَہٗ لَاشَرِیک** کے خلاف ہے۔ اس لئے یہ نہیں ہوسکتا۔

مرزا صاحب شرکاء کو ذلیل کرنا نہ چاہتے تھے اور نہ ہی کسی کی بُرائی چاہتے تھے۔ شرکاء گھر میں بھی مرزا صاحب کی عزت کرتے تھے۔

بحث کے متعلق جو مَیں آپ سے کبھی کبھی سوالاً جواباً کیا کرتا تھا۔ فرمایا۔ کہ دو خطوط متوازی لیں خواہ ان کو کتنی دور تک بڑھاتے چلے جاؤ وہ کبھی نہ ملیں گے۔ اسی طرح بحث کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ مرزا صاحب منطق بھی جانتے تھے اور سکول میں کوئی جماعت نہ پڑھے ہوئے تھے۔ مَیں نے مرزا صاحب کو نہ کبھی بدنظری کرتے دیکھا اور نہ سُنا۔ بلکہ وہ بدنظری کو ناپسند فرماتے اور دوسروں کو روکتے تھے۔ ہمیشہ ادب کا لحاظ رکھتے تھے اور زائرین کی عزت وتکریم کرتے تھے۔ جب کبھی کوئی چیز منگواتے، پیسے پہلے دیا کرتے تھے۔ مرزا صاحب چشم پوش تھے۔ کبھی کسی میلہ یا تماشہ یا کسی اور مجلس میں نہ جایا کرتے۔ بلکہ ان کے بیٹے شرم کی وجہ سے آپ کے پاس نہ آتے تھے۔ نوکروں کے ساتھ مساوات کا سلوک کرتے تھے۔ ان دنوں مرزا صاحب اکیلے صبح سویرے اور شام کو سیر کو جایا کرتے تھے۔ مَیں نے ان کو پانچوں نمازیں مسجد میں پڑھتے دیکھا ہے۔ گھر سے چھوٹی سی گلی مسجد کو جاتی تھی۔ اس راستہ سے گذر کر مسجد میں جاتے تھے۔ صرف اکیلے ہی ہوا کرتے تھے۔ اگر دو تین ہو جاتے تو مرزا صاحب جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے اور اگر اکیلے ہوتے تو اکیلے ہی پڑھ لیتے۔ ان دنوں قادیان میں مسلمان عموماً بے نماز تھے۔ قمار بازی میں مشغول رہتے تھے۔ مسلمانوں کی آبادی کم تھی۔ ان دنوں بڈھا فقیر چور مشہور تھا اور نہالہ برہمن اور خوشحال چند۔ یہ دونوں مقدمہ باز مشہور تھے۔ نہالہ برہمن نے اپنی دونوں لڑکیاں چوری کے الزام میں قید کروادی تھیں۔ خوشحال چند

﴿977﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ تمام انبیاء کے نام چونکہ خدا کی طرف سے رکھے جاتے ہیں اس لئے ہر ایک کے نام میں اس کی کسی بڑی صفت کی پیشگوئی موجود ہوتی ہے ۔مثلاً آدم ،گندم گوں اقوام کا باپ ۔ابراہیم ،قوموں کا باپ ۔اسماعیل ،خدا نے دعا کو سن لیا۔یعنی اولاً اولاد کے متعلق ابراہیم کی دعا کو سن لیا اور پھر مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں اسماعیل کی پکار سن لی اور پانی مل گیا اور آبادی کی صورت پیدا ہوگئی ۔اسحٰق ،اصل میں اضحاک ہے چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے فَضَحِکَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰق(ھود: ۷۲)۔نوح کا اتنی لمبی عمر نوحہ کرنا مشہور ہے ۔مسیح ،سفر کرنے والا ،خدا کا ممسوح ۔سلیمان جس کے متعلق قرآن فرماتا ہے ۔ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِرَبِّ الْعَالَمِیْن(النحل:۴۵) ۔ایسا بادشاہ جو نہ صرف خود مسلم تھا بلکہ جس کے طفیل ایک شہزادی بمعہ اپنے اہل ملک کے اسلام لائی ۔مریم بتول یعنی کنواری ۔چنانچہ فرماتا ہے اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَافِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا(اٰل عمران: ۳۶) ۔یعقوب ۔پیچھے آنے والا ۔ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحَاقَ یَعْقُوْبَ(ھود: ۷۲) یوسف ۔ یَااَسَفٰی عَلٰی یُوسُفَ (یوسف:۸۵) ۔محمد ﷺ ،تمام کمالات کا جامع جس کی ہر جہت سے تعریف کی جائے یعنی کامل محمود و محبوب اور معشوق ۔**احمد**،نہایت حمد کرنے والا یعنی عاشق صادق وغیرہ وغیرہ۔

﴿978﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ خواب میں چور کی تعبیر داماد بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ بھی ایک قسم کا چور ہوتا ہے ۔اسی طرح جوتی کی تعبیر عورت ہوتی ہے اور عورت کی تعبیر دنیا ۔ہاتھوں کی تعبیر بھائی ہوتی ہے اور دانت ٹوٹ جائے تو تعبیر یہ ہے کہ کوئی عزیز مر جائے گا ۔اوپر کا دانت ہو تو مرد نیچے کا ہو تو عورت ۔

﴿979﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔میاں فیاض علی صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ کپورتھلہ کی جماعت میں ہم پانچ آدمی جماعت کے نام سے نامزد تھے ۔(۱) خاکسار فیاض علی (۲) منشی اروڑا صاحب تحصیل دار مرحوم (۳) منشی محمد خان صاحب مرحوم (۴) منشی عبد الرحمٰن صاحب (۵) منشی ظفر احمد صاحب کاتب جنگ مقدس ۔ان سب کو حضرت مسیح موعود نے ۳۱۳ میں شمار کیا ہے اور مجموعی طور پر اور

اپیل برائے مالی معاونت

جامعہ ختمِ نبوت گوجرانوالہ میں تقابل ادیان و مذاہب اور درسِ نظامی کی اعلیٰ تعلیم جاری ہے، جہاں طلبہ کو دینی و علمی میدان میں مضبوط بنیاد فراہم کی جاتی ہے۔ موجودہ دور کی شدید مہنگائی کے باعث جامعہ کے تعلیمی و انتظامی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ان حالات میں ہم مخیر حضرات سے دل کی گہرائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ماہانہ بنیادوں پر 20،30 یا 50 ڈالر (یا اپنی استطاعت کے مطابق) مستقل معاونت فرما کر اس صدقہ جاریہ میں حصہ لیں۔ آپ کا تھوڑا سا تعاون بھی ہمارے طلبہ کی تعلیم اور جامعہ کے انتظامات کے لیے بہت بڑی مدد ثابت ہوسکتا ہے۔ فنڈز ارسال کرنے کے لیے جامعہ کا بینک اکاؤنٹ، جیز کیش، یا ایزی پیسہ نمبر درج ذیل ہے: (00923247448814) اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں برکت، صحت و سلامتی، اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مخیر حضرات متوجہ ہوں!

مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ ہمارے اس رسالے اور دیگر دینی مطبوعات کی اشاعت میں تعاون فرمائیں، تاکہ یہ کتب مسلمانانِ اہلِ حق کے لیے قادیانیت کے فتنہ کو سمجھنے اور اپنے عقائد کے تحفظ میں مؤثر ثابت ہوں۔ اگر آپ اس رسالے کی طباعت میں حصہ لینا چاہیں تو براہِ کرم ہمارے فراہم کردہ واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔


+923247448814

ہماری دیگر کتب کی فہرست

قادیانی توحید
قادیانی کلمہ
قادیانی کذاب
مرزا قادیانی کے 200 جھوٹ
مرزا قادیانی کی بیان کردہ ضعیف احادیث
مرزا قادیانی چوہڑہ
عقیدہ ختم نبوت
معراج جسمانی (قادیانی اعتراضات کے جوابات)
قادیانی کرتوتیں
قادیانی عقیدہ اجرائے نبوت
عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام
قادیانی عقیدہ وفاتِ مسیح علیہ السلام
عقیدہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ
قادیان کا جعلی امام مہدی
مرزا قادیانی مسیح بیماری
مرزا قادیانی کتی دا بچہ
مرزا قادیانی زانی
مرزا قادیانی شرابی
مرزا قادیانی ٹھرکی
مرزا قادیانی حرامی
مرزا قادیانی مسیح گالی باز
زانی ابن زانی (مرزے کا بیٹا بشیر)
مرزا قادیانی دیوث
مرزا قادیانی مسیح ٹٹی موتر
مرزا قادیانی سدومی
مرزا قادیانی مسیح ٹھگ
مرزا قادیانی مسیح افیمی
مرزا قادیانی نامرد
بندروں سوروں کی جماعت احمدیہ
قادیانی نماز
قادیانی مرزا کی مقعد کے چمونے
قادیانی فرشتے
قادیانی فرقے
قادیانیوں کی پہچان
قادیانی مسیح اِن ہیرا منڈی
مرزا قادیانی چور
مرزا قادیانی ابو دارس
مرزا قادیانی مراقی
مرزا قادیانی کی پیدائش
قاضی یار محمد قادیانی کے کارنامے

ان تمام کتب کے حصول کے لیے ہمارے وٹس ایپ پر رابطہ کریں۔